سورۂ لم یکن

آیاتہا ۸ ۹۸ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ رکوعہا ۱

یحییٰ بن سلام کے قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے(1)۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کی رائے کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اس کی نو آیات ہیں (2)۔ اس کی فضیلت میں ایک ایسی روایت ملی ہے جو صحیح نہیں ہم نے اسے محمد بن عبداللہ حضرمی سے روایت کیا ہے کہ مجھے ابو عبدالرحمن بن نمیر نے کہا: ابی الہیثم خشاب کی طرف جاؤ اس سے وہ روایت لکھو کیونکہ اس نے روایت لکھی ہوئی ہے وہ اس کی طرف گئے تو انہوں نے کہا ہمیں مالک بن انس نے یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن مسیب سے وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر لوگ جانتے ہوتے کہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں کیا ہے تو وہ اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دیتے اور اس کی تعلیم حاصل کرتے بنو خزاعہ کے ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اسے کبھی بھی منافق نہیں پڑھے گا اور نہ ہی کوئی ایسا بندہ پڑھے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہو۔ اللہ کی قسم! ملائکہ مقربین اسے لگاتار پڑھ رہے ہیں جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس کی قراءت میں وقفہ نہیں کرتے اور کوئی بندہ اسے نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے بھیج دیتا ہے جو اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے ہیں''۔ حضرمی نے کہا: میں ابو عبدالرحمن بن نمیر کے پاس آیا میں نے یہ روایت اس پر پیش کی تو انہوں نے کہا: اس کی مشقت ہمارے لیے کافی ہے دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹنا۔

اسحاق بن بشرہ کاہلی نے مالک بن انس سے وہ یحییٰ بن سعید سے وہ ابن مسیب سے وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: اگر لوگ اسے جانتے جو لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں ہے تو وہ اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دیتے اور اسے سیکھتے۔ روایت باطل ہے صحیح روایت وہ ہے(3) جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سورت پڑھ کر سناؤں'' حضرت ابی بن کعب نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرا نام لیا؟ فرمایا: ہاں، تو حضرت ابی رونے لگے۔

میں کہتا ہوں: اسے امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا ہے اس میں یہ تعبیر ہے من الفقه قراءة العالم على المتعلم۔ بعض نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب کو سورت سنائی تاکہ لوگوں کو تواضع کی تعلیم دیں تاکہ کوئی بھی اپنے سے کم مرتبہ سے سیکھنے اور اس پر پڑھنے کو ناپسند نہ کرے۔

1۔ زاد المسیر، جلد 8، صفحہ 301 2۔ ہمارے مصحف میں آٹھ آیات ہیں۔

3۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المنفکون، جلد 2، صفحہ 741

ایک قول یہ کیا گیا: حضرت ابی رسول اللہ ﷺ سے بہت جلد اخذ کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اسے سنانے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کہ حضرت ابی آپ کے الفاظ لے اور جیسے سنا اسے پڑھے اور دوسروں کو سکھائے، اس میں حضرت ابی کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابی کو قرآن سنائے۔

ابو بکر انباری نے کہا ہمیں احمد بن ہیثم بن خالد نے علی بن جعد سے وہ عکرمہ سے وہ عاصم سے وہ زر بن حبیش سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی کی قراءت میں یہ چیز بھی موجود ہے: انسان کو اگر ایک مال کی ایک وادی دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تلاش کرتا ہے اگر اسے مال کی دو وادیاں دی جائیں تو وہ تیسری کی تلاش کرتا ہے انسان کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے کرم فرماتا ہے۔ عکرمہ نے کہا: عاصم نے مجھے اس سورت کی تیس آیات سنائیں یہ بھی ان میں سے تھیں۔

ابو بکر نے کہا: یہ اہل علم کے نزدیک باطل ہے، کیونکہ ابن کثیر اور ابو عمرو کی قراءتیں حضرت ابی بن کعب کے ساتھ متصل ہیں دونوں کی قراءت میں یہ چیز سورۂ لَمْ يَكُنِ میں موجود نہیں، حدیث طیبہ میں یہ معروف ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آپ ﷺ اسے رب العالمین کی جانب سے قرآن میں اس کی حکایت نہیں بیان کرتے تھے۔ یہ دونوں اکٹھے جب اسے بیان کریں تو یہ اجماع ہے۔ یہ قراءت اس سے زیادہ مضبوط ہے جسے ایک آدمی بیان کرتا ہے جو جماعت کے مذہب کے خلاف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾

''جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا (وہ) اور مشرکین (کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک کہ نہ آئے ان کے پاس ایک روشن دلیل (یعنی) ایک رسول کی طرف سے جو انہیں پڑھ کر سنائے پاک صحیفے جن میں لکھی ہوں سچی اور درست باتیں''۔

عام قراءت یہی ہے اور مصحف کا خط بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابن مسعود اسے لم یکن المشرکون واھل الکتاب پڑھتے یہ قراءت تفسیر کے طریقہ پر ہے۔ ابن عربی نے کہا: یہ بیان وضاحت کے انداز میں تو جائز ہے لیکن تلاوت میں جائز نہیں (1)۔ صحیح روایت میں نبی کریم ﷺ سے فطلقوھنّ لِقُبُلِ عدّتِھن قراءت ثابت ہے مگر یہ بھی تفسیر کے طور پر ہے کیونکہ تلاوت وہ ہے جو مصحف کے خط میں ہے۔

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں الْمُشْرِكِيْنَ محل جر میں ہے کیونکہ اس کا عطف اہل کتاب پر ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مراد وہ یہودی ہیں جو یثرب میں تھے وہ بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع تھے۔ مشرکین سے

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1969

مراد جو مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہتے تھے اور مدینہ طیبہ اور اس کے ارد گرد رہتے تھے یہ مشرکین مکہ تھے۔ وہ کفر کو چھوڑنے والے اور اس سے اعراض کرنے والے نہ تھے یہاں تک کہ محمد ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انتہا سے مراد انتہا تک پہنچنا ہے یعنی وہ اپنی عمروں کی انتہا تک پہنچنے والے نہیں اور مرنے والے نہیں یہاں تک کہ ان کے پاس بینہ پہنچ جائے۔ اس تعبیر کی بنا پر انفکاک، انتہا کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مُنْفَكِّيْنَ سے مراد زائل ہونے والے ہیں یعنی ان کی مدت ختم ہونے والی نہیں یہاں تک کہ رسول ان کے پاس آ جائیں۔ عرب کہتے ہیں: ما انفككتُ أفعل كذا یعنی میں لگاتار ایسا کرتا رہا۔ وما انفك فلان قائما وہ لگاتار کھڑا رہا۔ فك کا اصل معنی کھولنا ہے اس معنی میں فك الكتاب (کتاب کھولنا) فك الخلخال (پازیب کھولنا) اور فك السالم ہے طرفہ نے کہا:

فآليتُ لا ينفكُّ كَشْحِي بِطَانَةً   لِعَضْبٍ رقيقِ الشَّفْرَتَيْنِ مُهَنَّدِ

میں نے قسم اٹھائی میرا پہلو اس کاٹ دار تلوار کا بطانہ رہے گا جس کی دھار بڑی باریک ہے اسے ہند میں بنایا گیا۔

ذو رمہ نے کہا:

حَرَاجِيجُ مَا تَنْفَكُّ إِلَّا مُنَاخَةً   على الخَسْفِ أو نرمي بها بَلَدًا قفرا

وہ لمبی پتلی کمر والی اونٹنیاں ہیں انہیں ہمیشہ بغیر چارہ کے بٹھایا جاتا ہے یا ہم انہیں چٹیل شہروں میں لے جاتے ہیں۔ اس سے اس نے یہ ارادہ کیا ہے وہ ہمیشہ بٹھائی جاتی ہیں الا کا لفظ شعر میں زائد ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مُنْفَكِّيْنَ بارحین کے معنی میں ہے یعنی وہ اس طرح رہیں گے کہ وہ دنیا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ ان پر بینہ آ جائے۔ ابن کیسان نے کہا: اہل کتاب اپنی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کی صفت کو چھوڑنے والے نہیں تھے یہاں تک کہ آپ کو مبعوث کیا گیا۔ جب آپ کو مبعوث کیا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ سے حسد کیا اور اس سے انکار کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (البقرہ: 89) جب آپ ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے پہچانا، آپ کا انکار کر دیا۔ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (البینہ: 4) اہل کتاب نے تفرقہ نہ کیا۔ اس تاویل پر یہ ارشاد بھی ہے: وَالْمُشْرِكِيْنَ یعنی یہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں نازیبا باتیں نہیں کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو مبعوث کر دیا گیا ہے کیونکہ پہلے وہ آپ ﷺ کو امین کہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی زبان پر بینہ آ گئی اور حضور ﷺ کو آپ کی طرف مبعوث کیا گیا تو اس وقت انہوں نے آپ ﷺ سے دشمنی کی۔

ایک لغوی نے کہا: مُنْفَكِّيْنَ کا معنی ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: انفك صلا المرأة عند الولادة یعنی وہ جدا ہو جائے اور آپس میں نہ ملے تو وہ ہلاک ہو جائے۔ معنی یہ ہے انہیں عذاب نہ دیا گیا اور وہ ہلاک نہ ہوئے مگر اس وقت جب رسولوں کو بھیجا گیا اور کتابیں نازل کر کے حجت تمام کر دی گئی تو وہ اس وقت ہلاک ہوئے۔

کچھ لوگوں نے مشرکین کے بارے میں یہ کہا: اس سے مراد اہل کتاب ہیں کیونکہ یہودیوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا عزیر بن اللہ اور نصاریٰ میں سے کچھ نے کہا: عیسیٰ ھو اللہ کچھ نے کہا: ھو ابن اللہ ان میں سے کچھ نے کہا: ثالث ثلاثة، نعوذ باللہ۔

ایک قول یہ کیا گیا: اہل کتاب مومن تھے پھر انہوں نے اپنے انبیاء کا انکار کیا مشرک فطرت سلیمہ پر پیدا کیے گئے جب بالغ ہوئے تو انہوں نے انکار کیا؛ اسی وجہ سے فرمایا: وَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مشرکون یہ اہل کتاب کی بھی صفت ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا اور توحید کو ترک کیا نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں، عام یہودی تشبیہ کے قائل ہیں جب کہ یہ سب شرک ہے یہ تیرے اس قول کی طرح ہے: جاءنی العقلاء والظرفاء جب کہ تو ان اقوام کی ذاتوں کا ارادہ کرتا ہے اور تو ان کی صفت دو امور سے لگاتا ہے۔ معنی یہ ہوگا اہل کتاب مشرکوں میں سے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں کفر سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر ہے معنی یہ بنے گا یہود و نصاریٰ (جو اہل کتاب تھے) میں سے جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا وہ چھوڑنے والے نہیں اور مشرک جو عربوں اور غیر عربوں (جو اہل کتاب میں سے نہیں) وہ چھوڑنے والے نہیں۔ قشیری نے کہا: اس میں بعد ہے کیونکہ اس کا ظاہر معنی یہ بنتا ہے حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ کیونکہ یہی رسول یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو یہ کہنا بہت ہی بعید بات ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا وہ چھوڑنے والے نہیں یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آ گئے۔ مگر اس صورت میں کہ یہ کہا جائے اس کلام سے یہ ارادہ کیا جنہوں نے اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اگرچہ وہ اس سے قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالانے والے تھے اس کفر سے رکنے والے تھے یہاں تک اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث کرے، ان کے لیے آیات کو بیان کرے تو اس وقت وہ ایمان لائیں گے۔

اعمش اور ابراہیم نے المشرکون کو مرفوع پڑھا ہے اس کا عطف الذین پر ہے جب کہ پہلی قراءت واضح ہے کیونکہ رفع پڑھا جائے تو اس میں دو قسمیں بنتی ہیں گویا وہ دونوں اہل کتاب کے علاوہ ہیں۔ حضرت ابی کی قراءت اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے۔

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ کا معنی ہے حتی اتتھم یعنی ان کے پاس آ گئی الْبَيِّنَةُ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو بھیجا گیا، زجاج نے کہا: رَسُوْلٌ یہ الْبَيِّنَةُ سے بدل ہے۔ فراء نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہیں کیونکہ الْبَيِّنَةُ کا لفظ کبھی مذکر کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے تو یہ جملہ کہا جاتا ہے: بَيِّنَتِي فلان حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود کی قراءت میں رسولا منصوب ہے۔ یتلو یعنی وہ پڑھتا ہے اس کا باب یوں چلتا ہے تَلَا يَتْلُو تِلَاوَةً، صحفا یہ صحیفہ کی جمع ہے صحیفہ اسے کہتے ہیں جس میں لکھا جاتا ہے۔

مُّطَهَّرَةً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ صحیفے جھوٹ، شک، نفاق اور گمراہی سے پاک ہیں۔ قتادہ نے کہا: باطل سے پاک ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ جھوٹ، شبہات اور کفر سے پاک ہیں۔ سب کا معنی ایک ہی ہے۔ صحیفے مکتوب میں سے جسے اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہیں اسے وہ پڑھتے ہیں اس معنی پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے وہ اسے زبانی پڑھا کرتے تھے کتاب سے نہیں پڑھا کرتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے اور نہ پڑھا کرتے تھے۔ مُّطَهَّرَةً یہ صحف کی صفت ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۙ

(العبس) معزز صحیفوں میں جو ذیشان ہیں پاکیزہ ہیں۔ مُّطَهَّرَةً یہ ظاہراً صحف کی صفت ہے اور یہ قرآن کی بھی صفت ہے ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مناسب یہی ہے کہ اسے پاک لوگ ہی مس کریں، جس طرح سورۃ الواقعہ میں فرمایا جس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: صُحُفًا مُّطَهَّرَةً سے مراد وہ صحیفے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ام الکتاب میں ہیں۔ اسی میں سے ان چیزوں کو لکھا گیا جو انبیاء پر کتابیں وحی کی گئیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (البروج) بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: پاکیزہ صحیفے آسمان میں ہیں (1)۔ قَيِّمَةٌ کا معنی سیدھی، درست اور محکم ہے۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: قَامَ يَقُوْمُ جب وہ سیدھا اور صحیح ہو جائے۔ بعض علماء نے کہا: صحیفے ہی کتابیں ہیں تو پھر یہ کس طرح فرمایا: صحیفوں میں جن میں کتابیں ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے: یہاں کتب سے مراد احکام ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ (المجادلۃ: 21) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ میں ضرور غالب آؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا''۔ پھر رجم کا فیصلہ کیا جب کہ رجم کا ذکر کتاب اللہ میں موجود نہیں۔ اس کا معنی ہے میں تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ شاعر نے کہا:

وما ذاك قال الله إذ هو يكتب

یہاں بھی یکتب فیصلہ کرنے کے معنی میں ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: كُتُبٌ قَيِّمَةٌ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ اسے کُتُب کا نام دیا گیا ہے کیونکہ یہ بیان کی بہت سی انواع پر مشتمل ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾

''اور نہیں بٹے فرقوں میں اہل کتاب مگر اس کے بعد کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل''۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہودی و نصاری ہیں اہل کتاب کے لیے تفریق کا خصوصاً ذکر کیا دوسرے لوگوں کا ذکر نہیں کیا اگرچہ وہ بھی کافروں کے ساتھ جمع ہیں الگ اس لیے ذکر کیا کیونکہ انہیں اپنے بارے میں گمان ہے کہ انہیں علم حاصل ہے۔ جب انہوں نے افتراق کیا ہے تو ان کا غیر جس کے پاس کتاب ہی نہیں وہ اس وصف میں زیادہ داخل ہوگا۔

الْبَيِّنَةُ سے مراد واضح دلیل ہے، اس سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے یعنی قرآن حکیم نعت ہونے کے وصف میں ان کتابوں کے موافق ہے جو کتابیں ان کے پاس ہیں اس کی وجہ یہ ہے وہ آپ ﷺ کی نبوت پر متفق تھے جب آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے کچھ سرکشی و حسد کی وجہ سے کافر ہو گئے اور کچھ ایمان لے آئے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: 14) وہ فرقوں میں نہ بٹے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا انہوں نے یہ باہم حسد کی وجہ سے کیا۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 308

ایک قول یہ کیا گیا: اَلْبَیِّنَۃُ سے مراد وہ بیان ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں۔ علماء نے کہا: سورت کے آغاز سے قَیِّمَۃٌ تک ان لوگوں کے بارے میں حکم ہے جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے ایمان لائے اور مَا تَفَرَّقَ اس میں ان اہل کتاب کے بارے میں حکم ہے جو دلائل کے قائم ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔

وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ؕ۝۵

''حالانکہ نہیں حکم دیا گیا تھا انہیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی، دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے بالکل یکسو ہو کر اور قائم کرتے رہیں نماز اور ادا کرتے رہیں زکوٰۃ اور یہی نہایت سچا دین ہے''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

تورات وانجیل میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان

مسئلہ نمبر 1۔ ان کفار کو تورات اور انجیل میں حکم نہیں دیا گیا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اظہار کریں۔ لِیَعْبُدُ میں لام، اَنْ کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ (النساء:26) یہاں بھی لام، اَنْ کے معنی میں ہے۔ اس طرح ان آیات میں بھی لام، اَنْ کے معنی میں ہے: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ (الصف:8) اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ (الانعام) حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں اِلَّا اَنْ یعبدوا اللہ ہے۔

الدِّیْنَ سے مراد عبادت ہے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ۝ (الزمر) اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ اخلاص دل کا عمل ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کیا جاتا ہے۔

حنیف کا معنی ومفہوم

مسئلہ نمبر 2۔ حُنَفَآءَ سے مراد ہے تمام دوسرے دینوں کو چھوڑ کر اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: حُنَفَآءَ سے مراد ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حنیف سے مراد ہے جو ختنہ کرائے اور حج کرے؛ یہی سعید بن جبیر کا قول ہے اہل لغت کہتے ہیں: تحنف إلی الإسلامِ کا معنی ہے وہ اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔

اَلْقَیِّمَۃِ کا معنی ومفہوم

مسئلہ نمبر 3۔ وہ نماز کو اس کے اوقات میں، اس کی حدود کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو اس کے محل میں دیتے ہیں۔ یہ دین جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے یہی دین مستقیم ہے۔ زجاج نے کہا: یہ ملت مستقیمہ کا دین ہے (1) اَلْقَیِّمَۃِ موصوف

1۔ زاد المسیر، جلد 8، صفحہ 302

محذوف کی نعت ہے۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: یہ اس امت کا دین ہے جو حق کو قائم کرنے والی ہے۔ حضرت عبداللہ کی قراءت میں ذلك الدین القیّمُ ہے۔ خلیل نے کہا: الْقَیِّمَةِ، القیم کی جمع ہے۔ القیّم اور القائم دونوں ایک ہیں۔ فراء نے کہا: دین کو الْقَیِّمَةِ کی طرف مضاف کیا جب کہ یہ اس کی صفت ہے کیونکہ الفاظ مختلف ہیں۔ ان سے ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ یہ شئی کی اپنی ذات کی طرف اضافت سے متعلق ہے اس میں ہاء مدح اور مبالغہ کے لیے داخل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہاء ضمیر الملۃ اور الشریعۃ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ محمد بن اشعث طالقانی نے کہا: یہاں الْقَیِّمَةِ سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر ہو رہا ہے اور دین اس کی طرف مضاف ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ⑥ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ⑦

"بے شک کفر کیا جنہوں نے اہل کتاب سے (وہ) اور مشرکین آتش جہنم میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں"۔

الْمُشْرِكِیْنَ کا عطف الَّذِیْنَ اسم موصول پر ہے یا یہ مجرور ہے اور اس کا عطف اَهْلِ پر ہے۔

نافع اور ابن ذکوان نے دونوں مواقع پر البریۃ کو ہمزہ کے ساتھ اپنے اصل پر پڑھا ہے (1) یہ عربوں کے اس قول سے ہے: برأ اللہ الخلق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کے لیے باری کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی خالق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (الحدید: 22) اسے پیدا کرنے سے قبل۔ جب کہ باقی نے ہمزہ کے بغیر اور یاء کو مشدد پڑھا ہے یہ یاء ہمزہ کے عوض میں ہے۔ فراء نے کہا: اگر بریہ کا لفظ بری سے مشتق ہو جس کا معنی مٹی ہے تو اس کی اصل ہمزہ کے بغیر ہوگی۔ تو کہے گا: براہُ اللہ یَبْرُؤُہٗ بَرْءًا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا۔

قشیری نے کہا: جس نے کہا بریہ، بری سے مشتق ہے جس کا معنی مٹی ہے تو وہ یہ بھی کہے گا: ملائکہ اس لفظ کے تحت داخل نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: الْبَرِیَّةِ یہ بریتُ القلمَ سے ماخوذ ہے یعنی میں نے اسے مقدر کیا تو اس میں ملائکہ داخل ہوں گے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس سے یہ واجب ہوگا کہ جو اسے ہمزہ کے ساتھ پڑھے وہ غلطی پر ہے۔

شَرُّ الْبَرِیَّةِ کا معنی ہے مخلوقات میں سے سب سے برا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ عموم پر دلالت کر رہا ہے۔ ایک قوم کا نقطہ نظر ہے: اس سے مراد ہے وہ ان لوگوں میں سے سب سے برے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝ (البقرہ) میں نے تمہیں تمام عالموں پر فضیلت دی۔ یعنی تمہارے زمانے کے عالمین پر فضیلت دی۔ یہ کوئی بعید نہیں کہ کافر قوموں میں ایسے لوگ بھی ہوں جو ان سے بھی برے ہوں، جس طرح

1۔ زاد المسیر، جلد 8، صفحہ 303

فرعون، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔ اسی طرح خیر البریۃ بھی یا تو عموم کے معنی میں ہو گا یا اس دور کے لوگوں سے سب سے بہتر ہوں گے۔ جنہوں نے اس لفظ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اس سے انسانوں کو فرشتوں پر فضیلت کا استدلال کیا ہے اس بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بعض ان ملائکہ سے فضیلت رکھتا ہے جو اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں (1)۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝۸

''ان کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشگی کی جنتیں ہیں رواں ہوں گی جن کے نیچے نہریں وہ ان میں تا ابد رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ (سعادت) اس کو ملتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے''۔

جزا سے مراد ثواب ہے، رب سے مراد خالق و مالک ہے، جَنّٰتُ سے مراد باغات ہیں، عَدْنٍ کا معنی ٹھہرنا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں: جَنّٰتُ عَدْنٍ سے مراد درمیانی باغات ہیں تو کہتا ہے: عدَنَ بالمکانِ وہ مقیم ہوا۔ معدنُ الشیِٔ سے مراد اس کا مرکز و مستقر ہے۔ اعشیٰ نے یہی معنی لیا۔

وان يُسْتَضَافُوا إلى حُكْمِه يُضَافُوا إلى رَاجِحٍ قَدْ عَدَنْ

اگر انہیں اس کے فیصلہ کی طرف مائل کیا جائے تو انہیں اپنے راجح امر کی طرف مائل کیا گیا ہے جو مرکز و محور ہے۔

وہ نہ وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ ہی مریں گے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر راضی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی کہا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے بدلہ سے راضی۔ یہ جنت اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرا اور معاصی سے رکا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، باب المسلمون فی ذمۃ اللہ، حدیث نمبر 3936، ضیاء القرآن پبلی کیشنز